احکام ومسائل — محمد آصف احسان

نمــاز کی بعض عام کوتاہیاں

اسلامی عبادات میں یہ پہلا رکن بلکہ رکن عظیم ہے جس کی ادائیگی امیر وغریب، بوڑھے و جوان، مرد وعورت اور بیمار وتندرست سب پر یکساں فرض ہے۔ ایسی عبادت کہ جس کا حکم کسی بھی حالت میں ساقط نہیں ہوتا۔ ایمان لانے کے بعد مسلمان سے اولین مطالبہ ہی یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: ﴿اِنَّنِیۡ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِیۡ﴾

''بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میری ہی بندگی کرو اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔'' (سورۃ طٰہٰ:۱۴)

ہر نبی کی تعلیم میں اور ہر آسمانی شریعت میں ایمان لانے کے بعد پہلا حکم نماز ہی کا رہا ہے۔ اسی لئے شریعتِ اسلامیہ جو کہ آخری شریعت ہے، میں نماز کی شروط و ارکان، سنن و آداب اور مفسدات ومکروہات کی وضاحت کا اس قدر اہتمام کیا گیا ہے کہ اتنا التزام اور کسی عبادت میں نہیں۔ چنانچہ صرف قرآن حکیم ہی میں نماز کا ذکر اکانوے دفعہ کیا گیا ہے۔[1]

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نماز کا بیان شروع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''معلوم ہو کہ نماز اپنی عظمتِ شان اور مقتضائے عقل وفطرت ہونے کے لحاظ سے تمام عبادات میں خاص امتیاز رکھتی ہے اور خدا شناس انسانوں میں سب سے زیادہ معروف اور نفس کے تزکیہ وتربیت کے لئے سب سے زیادہ نافع ہے اور اسی لئے شریعت نے اس کی فضیلت، اس کے اوقات کی تعیین وتحدید، شروط وارکان، آداب ونوافل اور رخصتوں کے بیان کا وہ اہتمام کیا ہے کہ جو عبادات کی کسی دوسری قسم کے لئے نہیں کیا گیا اور انہیں خصوصیات و امتیازات کی بنا پر نماز کو دین کا عظیم ترین شعار اور امتیازی نشان قرار دیا گیا ہے۔'' (حجۃ اللہ البالغہ: قسم دوم، ص ۳۳۹)

علاوہ ازیں نماز کی افضلیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کی آخری وصیت بھی نماز اور غلاموں کے متعلق تھی۔ (الرحیق المختوم از شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری: ص ۶۱۸)

<u>ترکِ نماز</u>: نماز کا ترک کرنا یا اس کے ادا کرنے میں غفلت برتنا بلاشبہ کبیرہ گناہوں سے ہے۔ اہل

(۱) لفظ الصلوٰۃ قرآن کریم میں ۹۹ مرتبہ آیا ہے مگر نماز کے معنی میں ۹۱ مرتبہ ہے۔ دیکھئے: المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم از محمد فواد عبدالباقی۔ مادّہ ص ل و

بصیرت سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ دین اسلام میں نماز کی ادائیگی کی کس قدر تاکید وتلقین کی گئی ہے اور صرف اسی پر اکتفا کرنے کی بجائے قرآن پاک نے اس ہولناک انجام اور زبردست رسوائی کا بھی خوف دلایا ہے کہ جس سے تارکین نماز دوچار ہوں گے۔ چنانچہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

''ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی ہے مگر داہنی طرف والے (نیک لوگ) کہ وہ باغ ہائے بہشت میں ہوں گے اور پوچھتے ہوں گے (آگ میں چلنے والے گناہگاروں سے) کہ تم دوزخ مین کیوں پڑے؟ وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔'' (المدثر: ۳۸ تا ۴۳)

اس کے علاوہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: بين العبد وبين الكفر ترك الصلوٰة

''بندے اور کفر کے درمیان (حدِ فاصل) نماز کا ترک کرنا ہے۔'' (صحیح مسلم) ☆

ترکِ نماز کے متعلق اس قدر شدید تہدید وتخویف ہی کی بنا پر امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تارکِ صلوٰۃ کو قتل کردینا چاہئے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور اہل کوفہ میں سے ایک جماعت اور امام مزنیؒ کے نزدیک تارکِ صلوٰۃ کافر تو نہیں لیکن قابل تعزیر ضرور ہے کہ اسے قید کردیا جائے یہاں تک کہ وہ نماز پڑھنے لگے۔ (تفصیل کے لئے: التمهيد لابن عبدالبر: ۲۳۵/۴ تا ۲۴۰ اور نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ازعلامہ شوکانی: ۳۱۵/۱، ۳۱۶)

اسلام دین فطرت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ کام جو دین اسلام کے مطابق اور سنتِ نبویؐ سے ہم آہنگ ہے، وہی فطرت کے عین مطابق ہے اور جو کام دین کے خلاف، سنتِ نبوی سے متضاد ہے وہ فطرت کے خلاف ہے۔ اس لئے کوئی کام خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، لیکن ہے سنت کے خلاف، تو اللہ کے ہاں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ لیکن اگر کوئی کام خواہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو، البتہ ہے سنت کے مطابق تو اللہ کے ہاں وہ عمل پہاڑ سے زیادہ بھاری ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہمارا ہر عمل سنت کے سانچے میں ڈھلا ہو۔ نماز کی اہمیت کے پیش نظر یہاں ہم ان چند کوتاہیوں کا تذکرہ کریں۔ جن کے متعلق علم نہ ہونے کی وجہ سے اکثر لوگ نماز صحیح طریقہ سے ادا نہیں کرپاتے اور نماز کے ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ

''بندہ اکمل طریقہ سے نماز کو ادا کرتا ہے وہ آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے اور روزِ قیامت چمکتے

☆ جان بوجھ کر ایک نماز چھوڑنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کا فرمان ہے:

"الذي تفوته صلوة العصر فكأنما وتر أهله وماله" (بخاری: ۵۵۲)

''جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی، اس کا اس قدر نقصان ہوا تو یا اس کا اہل وعیال اور مال ومتاع سب کچھ برباد ہوگیا''

اور ایک دوسری حدیث حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من ترك صلوة العصر فقد حبط عمله" (بخاری: ۵۵۳) ''جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کے تمام اعمال غارت ہوگئے۔'' (محدث)

ہوئے سورج کی طرح اس سے کہے گی: اللہ تیری حفاظت کرے جیسے تو نے میری حفاظت کی۔ اگر نماز مکمل طریقہ سے ادا نہیں کی ہوگی تو وہی نماز کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر مار دی جائے گی اور وہ نماز اس سے کہے گی: اللہ تجھے برباد کرے جیسے تو نے مجھے برباد کیا۔''

(مسند الشامیین: ۲۳۹/۱ والطبرانی فی الاوسط)

اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ اس کی صحیح طریقے سے ادائیگی ہو۔ چنانچہ سطورِ ذیل میں نماز کی چند ایسی اہم کوتاہیاں مجملاً بیان کی جاتی ہیں کہ جن کے متعلق علم نہ ہونے کی وجہ سے بیشتر لوگ صحیح طریقے سے نماز ادا نہیں کرپاتے۔ واللہ الموفق

۱۔ نماز کی طرف بھاگ کر آنا

بعض لوگ مسجد کی طرف بھاگ کر آتے ہیں حالانکہ شریعتِ اسلامیہ میں اس کی ممانعت ہے اور اسلام نے یہ سہولت دی ہے کہ جتنی نماز مل جائے پڑھ لو اور جو رہ جائے، اسے پورا کرلو۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: قال رسول اللهﷺ إذا أقيمت الصلوٰة فلا تأتوها وأنتم تسعون ولكن ايتوها وانتم تمشون وعليكم السكينة فما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا

''آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب اقامت ہوجائے تو تم نماز کی طرف دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ چلتے ہوئے (باوقار طریقے سے) آؤ اور تم پر اطمینان لازم ہے۔ سو جو ملے پڑھ لو اور جو گزر جائے اسے (امام کے سلام پھیرنے کے بعد) مکمل کرلو'' (صحیح البخاری کتاب الاذن: باب ما أدركتم فصلوا وما فاتكم فاتموا، ترمذی: أبواب الصلاة: باب في المشي الى المسجد)

اس حدیث میں نماز کی طرف دوڑ کر آنے کی ممانعت کا حکم عام ہے اور وہ شخص بھی اس میں شامل ہے جسے تکبیر اولیٰ کے گزر جانے کا خوف ہو۔ لہٰذا کسی بھی حالت میں دوڑ کر مسجد کی طرف آنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ امام ابن عبدالبرؒ نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ (التمہید: ۲۳۳/۲۰)

۲۔ صف بندی نہ کرنا

(۱) اکثر لوگ نماز کے دوران صف میں آگے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں یعنی صف بالکل سیدھی نہیں ہوتی۔ یہ بہت قبیح حرکت ہے اور آپ ﷺ نے اس کے متعلق بہت شدید وعید فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں: كان رسول اللهﷺ يسوى صفوفنا حتىٰ كأنما يسوى بها القداح...... الخ (صحیح مسلم)

''آپ ﷺ ہماری صفیں اس طرح سے برابر (سیدھی) کیا کرتے تھے کہ گویا تیر بھی ان صفوں سے سیدھا کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ہم بھی آپ ﷺ سے (صفوں کے برابر کرنے کی اہمیت) سمجھ

گئے۔ ایک دن آپ ﷺ (اپنے حجرہ سے) تشریف لائے اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور قریب تھے کہ تکبیر تحریمہ کہتے کہ ایک آدمی کا سینہ صف سے کچھ نکلا ہوا آپ ﷺ نے دیکھ لیا۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ کے بندو! اپنی صفیں سیدھی کرلو وگرنہ اللہ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔"

(۲) اکثر لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نہیں کھڑے ہوتے جس کی وجہ سے درمیان میں خلا پیدا ہوجاتا ہے اور اس خلا کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا ہے: رصوا صفوفكم وقاربوا بينها وحاذوا بالاعناق فو الذى نفسى بيده......الخ (سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ: باب تسوية الصفوف)

"اپنی صفیں ملی ہوئی رکھو (آپس میں خوب مل کر کھڑے ہو) اور صفوں کو قریب رکھو (یعنی دو صفوں کے درمیان اس قدر فاصلہ نہ ہو کہ ایک صف اور آجائے) نیز اپنی گردنیں برابر رکھو (یعنی صف میں تم میں سے کوئی بلند جگہ پر کھڑا نہ ہو بلکہ ہموار جگہ پر کھڑا ہو)۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں شیطان کو بکری کے کالے بچے کی طرح تمہاری صفوں کی کشادگی میں گھستے دیکھتا ہوں۔"

۳۔ نیت کا زبان سے کرنا

جملہ اعمال کا انحصار نیت پر ہے جس کی تائید آپ ﷺ کی اس حدیث سے ہوتی ہے: انما الاعمال بالنيات وانما لكل امرئ ما نوى یعنی "اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر مرد (وعورت) کے لئے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے" (صحیح بخاری)۔ اس لئے تمام اعمال میں اور بالخصوص نماز میں نیت کرنا ضروری ہے اس بات کی تعیین کے ساتھ کہ نماز ظہر کی ہے یا عصر کی یا کوئی اور۔ لیکن اکثر لوگ نیت کے الفاظ زبان سے ادا کرتے ہیں جیسے "اس امام کے پیچھے میں نماز پڑھ رہا ہوں، اتنی اتنی رکعات فلاں نماز کی وغیرہ" یہ طریقہ درست نہیں کیونکہ نیت دل سے ارادہ کرنے کا نام ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ: ۱/۲۰۹) اسی بنا پر اکثر علما☆ نے زبان کے ساتھ نیت کرنے کو بدعت شمار کیا ہے کیونکہ اس کا کرنا نبی

☆ اسی طرح علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ "زبان سے نیت کرنا دین اور عقل دونوں کے خلاف ہے۔ دین کے خلاف اس لئے کہ یہ بدعت ہے اور عقل کے خلاف اس لئے کہ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی کھانا تناول کرنا چاہتا ہے تو وہ کہے میں نیت کرتا ہوں اپنے ہاتھ کو اس برتن میں رکھنے کی۔ میں اس سے ایک لقمہ لوں گا پھر اس کو منہ میں رکھوں گا۔ پھر اس کو چباؤں گا۔ آخر اسے نگل لوں گا تاکہ میں سیر ہوسکوں۔ یہ تمام باتیں احمقانہ اور جاہلانہ ہیں۔ کوئی عقلمند اس قسم کی حرکت نہیں کرے گا، کیونکہ نیت کرنا اس امر کا غماز ہے کہ نیت کرنے والے کو امر واقعہ کا پورا پورا علم ہے۔ جب آدمی کو پتہ ہے کہ وہ کیا کررہا ہے تو یکی بات ہے کہ اس نے اس کام کی نیت بھی ضرور کی ہوگی۔ واقعہ کا علم ہونے کے باوجود کسی کام کو بغیر نیت کے کرنا عقلی اعتبار سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح علم کے بغیر نیت کا حصول بھی ناممکن ہے اور ائمہ کا اس بات پر

اقدس ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں اور نہ ہی تابعین وائمہ اربعہ نے اسے مستحب قرار دیا ہے جیسا کہ ملا علی قاری حنفیؒ نے حافظ ابن قیمؒ کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔(۲)

۴۔نماز میں ٹخنے ڈھانپنا

دورانِ نماز دونوں ٹخنوں پر کپڑا لٹکانا یعنی ٹخنوں کا چھپ جانا ایسا معاملہ ہے کہ جسے ہم روزمرہ زندگی میں عام دیکھتے رہتے ہیں۔نمازیوں کی اکثریت اس بات کا التزام نہیں کرتی کہ نماز میں ٹخنوں پر سے کپڑا

اتفاق ہے کہ زبان سے نیت کرنا مشروع نہیں ہے۔ بلکہ جو شخص اس کام کو بار بار کرے، اس کے خلاف تادیبی کارروائی کرنا بھی ضروری ہے تاکہ اسے اس بدعت کے ارتکاب اور لوگوں کو اپنی اونچی آواز سے پریشان کرنے سے روکا جاسکا'' (فتاویٰ ابن تیمیہ:۱/۲۳۲) ......اس کے بعد فرماتے ہیں کہ'' زبان سے نیت کرنا بالاتفاق بدعت ہے، قطعاً مستحب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کام نہ رسول اللہ ﷺ نے کیا اور نہ خلفائے راشدینؓ نے کیا۔''

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ: نبیؐ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو بس اللہ اکبر کہتے اور اس سے پہلے کچھ نہ کہتے اور نہ الفاظ کے ساتھ اس طرح نیت کرتے کہ'' نیت کرتا ہوں فلاں نماز کے لئے، منہ طرف خانہ کعبہ کے، چار رکعات نماز فرض، فرض اللہ تعالیٰ کے، پیچھے اس امام کے۔ یہ ساری باتیں بدعت کے زمرہ میں آتی ہیں۔کسی نے اس کے متعلق بسند صحیح کوئی چیز نقل نہیں کی۔حتیٰ کہ کسی ضعیف مسند یا مرسل روایت میں بھی ان میں سے ایک لفظ بھی مروی نہیں ہے۔ بلکہ کسی صحابی سے بھی یہ الفاظ منقول نہیں اور نہ ہی تابعین اور ائمہ اربعہ میں سے کسی نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے۔بعض متاخرین کو نماز کے متعلق امام شافعیؒ کے اس قول سے دھوکہ لگا کہ نماز روزہ کی طرح ہی ہے اور کوئی شخص بغیر ذکر واذکار کے نماز میں داخل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ ذکر سے مراد الفاظ کے ساتھ نیت کرنا ہے، حالانکہ امام شافعیؒ کی مراد ذکر سے تکبیر تحریمہ کے علاوہ کچھ نہیں۔ وہ اس کام کو کیسے مستحب قرار دے سکتے ہیں جس کو نبیؐ نے کسی نماز میں نہیں کیا اور نہ ہی خلفاء اربعہ اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے کیا۔ یہ تھی صحابہؓ کی سیرت اور ان کا طریقہ۔اگر ہمیں اس کے متعلق ایک لفظ بھی مل جاتا تو سرآنکھوں پر رکھ کر اسے تسلیم کرلیتے۔ان کے طریقہ سے زیادہ کامل طریقہ اور کوئی نہیں ہوسکتا اور سنت وہی ہے جو انہوں نے صاحبِ شریعت محمد ﷺ سے حاصل کی۔'' (زاد المعاد:ص ۲۰۱)

اسی طرح صحیح مسلم کی روایت ہے کہ کان رسول اللہ ﷺ یستفتح الصلوٰۃ بالتکبیر

کہ'' نبیؐ اپنی نماز کو تکبیر تحریمہ سے شروع کرتے تھے'' (مسلم:۱۱۱۰)

علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں کہ''اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپؐ ''نیت کرتا ہوں واسطے نماز کے'' وغیرہ الفاظ سے نماز شروع نہیں کرتے تھے۔لہٰذا یہ بالاتفاق بدعت ہے، بعض نے بدعتِ حسنہ اور سیئہ کا فرق بیان کیا ہے۔لیکن ہم کہتے ہیں کہ عبادت کے معاملہ میں ہر بدعت گمراہی ہے کیونکہ نبیؐ کی حدیث کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار کا عموم اسی بات کا متقاضی ہے۔''(صفۃ صلوٰۃ النبیؐ:۷۶) (محدث)

(۲) مرقاة المفاتیح از ملا علی قاری حنفی:۱/۴۱، شیخ عبید اللہ رحمانی، شیخ عبدالعزیز بن باز اور علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔تفصیل کے لئے دیکھئے مرعاة المفاتیح:۸۶/۳، صفة صلاة النبی ﷺ از محمد ناصر الدین البانی:ص ۸۶، اور کیفیة صلاة النبی ﷺ از شیخ عبدالعزیز بن باز،ص ۵

ہٹا ہوا ہونا چاہئے۔ اگرچہ بالخصوص دورانِ نماز ٹخنوں کے ننگے کرنے کے متعلق کوئی صحیح روایت وارد نہیں ہوئی(۳) لیکن عام زندگی میں ٹخنوں کو چھپانے کے متعلق آپ ﷺ نے بہت شدت سے وعید فرمائی ہے۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے: قال النبی ﷺ ما أسفل من الکعبین من الازار ففی النار

''آپ ﷺ نے فرمایا جو کپڑا ٹخنے سے نیچے ہوگا، وہ (اپنے پہننے والے کو) دوزخ میں لے جائے گا''

(صحیح بخاری کتاب اللباس: باب ما أسفل من الکعبین فهو فی النار)

جب عام زندگی میں اس قدر سخت تنبیہ ہے تو نماز میں تو بدرجہ اولیٰ اس کا گناہ اور سخت ہوگا۔ بہرکیف اس کی نماز ہوجائے گی، یہی مسلک سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: صلاۃ المسبل صحیحة ولکنه آثم (مجموعہ فتاویٰ: ۱۹۳/۲)

''نماز میں کپڑا لٹکانے والے کی نماز تو ہوجائے گی لیکن وہ گناہ گار ہوگا''

۵۔ مقتدی کا نماز شروع کرنا اور امام کی متابعت نہ کرنا

جب امام رکوع یا سجدہ میں ہو اور کوئی (مقتدی) آکر نماز شروع کرے تو اکثر لوگ تکبیر تحریمہ کہہ کر پہلے ہاتھ باندھتے ہیں اور پھر تکبیر کہہ کر جس حالت میں امام ہوتا ہے، اس میں شامل ہوجاتے ہیں۔

اگرچہ اس طرح کرنا بھی جائز ہے، تاہم بہتر یہ ہے کہ مقتدی تکبیر کہہ کر اس حالت میں شامل ہوجائے جس میں امام ہے، ہاتھ باندھنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے علاوہ اگر ہاتھ باند کر شامل ہو تو پھر مندرجہ ذیل حدیث سے مطابقت نہیں رہتی جسے حضرت علیؓ اور معاذ بن جبلؓ نے روایت کیا ہے کہ

قال رسول اللہ ﷺ إذا أتی أحدکم الصلوٰۃ والامام علی حال فلیصنع کما یصنع الامام (جامع ترمذی) ''آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص (جماعت میں شریک ہونے کے لئے) نماز شروع کرے اور امام کسی حالت (قیام، رکوع یا سجدہ)

---

(۳) اس باب میں ایک روایت بیان کی جاتی ہے: عن أبی هریرة قال بینما رجل یصلی مُسبلا إزاره إذ قال له ...... الخ (سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ: باب الاسبال فی الصلوٰۃ) یعنی ''حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص چادر لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا۔ سرورِ کائنات ﷺ نے (یہ دیکھ کر) اس سے فرمایا کہ جاؤ اور وضو کرو۔ وہ شخص گیا اور وضو کر آیا۔ ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپؐ نے اس شخص کو وضو کرنے کا حکم کیوں دیا؟ (حالانکہ وہ باوضو تھا) آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنی چادر لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا اور جو شخص چادر لٹکائے ہوئے ہو، اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرتے۔

لیکن اس روایت میں ضعف ہے کیونکہ اس کے رواۃ میں سے ایک راوی ابوجعفر ہے جو غیر معروف ہے۔ اس لئے نماز میں چادر لٹکانے کا گناہ اپنی جگہ لیکن اس کے لئے اس روایت سے استنباط نہیں کیا جاسکتا۔ روایت کی تخریج کے لئے دیکھئے تنقیح الرواۃ فی تخریج أحادیث المشکوٰۃ: ۱۳۷/۱، ناشر المجلس العلمی السلفی لاہور

میں ہو تو جو کچھ امام کررہا ہے وہی کچھ اسے کرنا چاہئے۔''

اگرچہ اس حدیث کی سند میں ضعف ہے، تاہم علما کا اس پر عمل ہے اور مولانا عبید اللہ رحمانیؒ نے بھی اسے شواہد کی بنا پر قابل عمل قرار دیا ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح: ۴/۹۹)...... یہی مسلک علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی نے ابن ملکؒ کا بھی نقل فرمایا ہے۔ دیکھئے 'مظاہر حق' شرح مشکوۃ المصابیح: ۱/۵۰

نیز مقتدی کے لئے مستحب ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوتے ہی امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو اور اس کے قیام کی طرف لوٹنے کا انتظار نہ کرے۔

۶۔ رکوع وسجود کی ادائیگی میں جلدی کرنا

نماز کا اعتدال واطمینان سے پڑھنا فرض ہے یوں کہ ہر ہڈی اور جوڑ اپنے مقام پر واپس آجائے۔ جو شخص اس کا التزام نہیں کرے گا، اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی[۴] کیونکہ جس شخص کی نماز میں اعتدال وطمینان نہیں تھا، اسے آپ ﷺ نے بار بار مکمل اطمینان وسکون سے ادائیگی ارکان کا حکم دیا۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے

ان النبی ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلیٰ ثم جاء فسلم علی النبی فرد علیه النبی ﷺ فقال ارجع فصل فانك لم تصل...... الخ (صحیح البخاری: باب أمر النبی ﷺ الذي لا یتم رکوعه بالاعادة)

''آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو اتنے میں ایک شخص[۵] آیا، اس نے نماز پڑھی پھر آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ جا پھر نماز پڑھ، تو نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ گیا اور (پھر) نماز پڑھی۔ پھر آکر آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جا نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ تین بار یہی ہوا۔ آخر وہ کہنے لگا: قسم اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا! میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، مجھے سکھلائیے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ، پھر جتنا قرآن تجھے یاد ہو اور آسانی سے پڑھ سکے وہ پڑھ، پھر اطمینان سے رکوع کر، پھر سر اٹھا یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہوجائے، پھر اطمینان وسکون سے سجدہ کر، پھر سجدے سے سر اٹھا اور اطمینان سے بیٹھ، پھر دوسرا سجدہ اطمینان سے ٹھہر کر ادا کر اور اسی طرح ساری نماز پڑھ۔''

---

(۴) دیکھئے نیل الاوطار از شوکانی: ۲/۲۷۲ تا ۲۷۷...... حنفیہ کے نزدیک نماز میں اعتدال واطمینان فرض نہیں، واجب ہے۔ یعنی اگر نماز سکون واطمینان سے نہ پڑھی جائے تو اگرچہ نماز ہوجائے گی لیکن واجب کو ترک کرنے کا گناہ ہوگا۔ دیکھئے کتاب الفقه علی المذاهب الأربعه از عبدالرحمٰن الجزیری: ۱/۲۳۴، کتاب الصلاۃ

(۵) ان کا نام خلاد بن رافع تھا جیسا کہ امام شوکانیؒ نے ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے بیان کیا۔ (نیل الاوطار: ۲/۲۷۳)

مندرجہ بالا حدیث سے نماز کی ادائیگی مکمل اطمینان وسکون سے کرنے کا علم ہوتا ہے، تاہم آپ ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ رکوع وسجود کو مکمل طمانیت سے کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ابوقتادہؓ سے روایت ہے:

قال رسول اللهﷺ أشر الناس سرقة الذی يسرق من صلاته...... الخ

''آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بُرا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کوئی شخص اپنی نماز میں چوری کیسے کرسکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے رکوع اور سجود پورے نہیں کرتا (یا فرمایا کہ) وہ رکوع اور سجود میں اپنی کمر سیدھی نہیں کرتا۔'' (مسند امام احمد بن حنبل)

۷۔امام سے قبل حرکت کرنا

من جملہ ان اغلاط کے جن سے پرہیز کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے، امام سے پہلے حرکت کرنا بھی ہے۔ اکثر لوگ امام سے پہلے ہی سجدہ یا رکوع میں چلے جاتے ہیں اور امام کے سر اٹھانے سے قبل ہی سر اٹھا لیتے ہیں۔ یہ نہایت قبیح حرکت ہے اور اس پر آپ ﷺ نے بہت شدید وعید فرمائی ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: عن النبیﷺ قال أما يخشى أحدكم أو ألا يخشى أحدكم إذا رفع رأسه قبل الامام أن يجعل الله رأسه حمار أو يجعل الله صورته صورة حمار

''آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم میں سے جو امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کا کردے یا اس کی صورت گدھے کی سی کردے۔''

(صحیح بخاری باب إثم من رفع رأسه قبل الأمام وسنن ابی داود، کتاب الصلوٰۃ)

مذکورہ روایت سے صریحاً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نماز میں امام کی متابعت لازم ہے اور اسی لئے جمہور علما کے نزدیک امام سے قبل حرکت کرنے والا گناہ گار ہوگا چہ جائیکہ اس کی نماز ہوجائے۔ جبکہ عبداللہ بن عمرؓ، امام احمدؒ اور ظاہریہ کے نزدیک جو شخص قصداً امام کی متابعت سے اعراض کرے گا اور رکوع وسجود میں امام سے پہلے جائے گا تو اس کی نماز ہی نہیں ہوگی۔

تاہم جو شخص بھول کر امام سے پہلے رکوع یا سجدہ میں سے سر اٹھالے تو اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ پھر رکوع یا سجدہ میں چلا جائے جیسا کہ امام مالکؒ کا مسلک ہے۔

ایک عبرت آموز واقعہ: امام سے پہلے حرکت کرنا کس قدر بُرا فعل ہے، اس کی تائید اس عبرتناک واقعہ سے بھی ہوتی ہے جسے ملا علی قاری حنفیؒ نے یوں نقل کیا ہے کہ ایک محدث طلبِ علم اور حصولِ حدیث کے لئے دمشق کے ایک مشہور محدث کے پاس پہنچے اور اس سے درس لینا شروع کردیا مگر طالبِ علم کے لئے حصولِ حدیث کے دوران یہ واقعہ بہت عبرتناک بنا رہا کہ استاد اس پوری مدت میں کبھی بھی اس کے

سامنے نہیں آیا۔ درس کے دوران ان دونوں کے مابین ایک پردہ حائل رہتا تھا۔ طالب علم کو بہت شوق تھا کہ وہ جس سے درسِ حدیث لیتا ہے، اس کی زیارت بھی کرے۔

جب کافی عرصہ گزر گیا تو ایک روز استاد نے درمیان میں حائل پردہ اٹھا دیا اور یہ دیکھ کر اس طالب علم کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ جس کے علم وفضل کا اس قدر شہرہ تھا اپنے انسانی چہرے سے محروم تھا اور اس کا منہ گدھے کے منہ جیسا تھا۔ اس استاد نے طالب علم سے کہا: اے میرے بیٹے! تم نماز میں امام سے پہل کرنے سے بچنا کیونکہ جب میں نے یہ حدیث سنی کہ ''کیا تم میں سے جو امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ اس کا سر گدھے کا کردے یا اس کی صورت گدھے کی سی کردے۔'' تو میں نے ایسا ہونے کو بعید از امکان سمجھا اور امام سے پہلے حرکت کی جس کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح: ۹۸/۳) (واقعہ کی صحت؟؟)

نیز یہ ایک ناقابل فہم بات ہے کہ جب مقتدی کا سلام پھیرنا امام کے ساتھ ہے تو پھر دورانِ نماز امام سے پہلے حرکت کرنے کا کیا مقصد ہوا؟

(بعض لوگ نماز میں قراءت کرتے ہوئے بھی امام سے پہل کر جاتے ہیں، اس کا جواز؟؟؟)

۸۔ رکوع وسجود میں امام کی موافقت نہ کرنا

بعض لوگ جب فرض نماز امام کے پیچھے ادا کرتے ہیں تو امام جب رکوع یا سجدے سے سر اٹھاتا ہے تو وہ کافی دیر بعد رکوع یا سجدے سے سر اٹھاتے ہیں حتیٰ کہ امام دوسرے سجدے میں جا چکا ہوتا ہے اور وہ ابھی پہلے سجدے سے سر اٹھا رہے ہوتے ہیں، یہ فعل درست نہیں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ مقتدی کے جملہ افعال امام کے بعد ہونے چاہئیں لیکن امام کی اقتدا سے غافل رہنا نماز کے وجود کو خطرے میں ڈالنا ہے جو بہر صورت درست نہیں۔ لہٰذا اس سے پرہیز ضروری ہے اور اس سارے عمل کا محرک یہ ہے کہ رکوع وسجود میں تسبیحات کی تعداد متعین ہے یعنی کم از کم تین بار، اس سے زیادہ پانچ، سات یا نو بار، جس شخص کی تسبیح اس تعداد کے اوپر نیچے ہوتی ہے وہ تب تک اپنا سر نہیں اٹھاتا جب تک کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو پورا نہ کرلے حالانکہ تسبیحات کے لئے کوئی عدد مقرر نہیں، حسبِ استطاعت پڑھی جاسکتی ہیں۔ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں: ولا دليل على تقييد الكمال بعدد معلوم بل ينبغي الاستكثار من التسبيح على مقدار تطويل الصلاة من غير تقييد بعدد

''تسبیحات مقرر کرنے کی کوئی دلیل نہیں بلکہ نماز کی طوالت کے حساب سے بغیر مقرر کئے تسبیحات کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہئے۔'' (نیل الاوطار، کتاب الصلاۃ: ۲۵۶/۲)

(بعض ائمہ بہت جلدی کرتے ہیں اور مقتدی ابھی اپنی بنیادی تکبیرات بھی پوری نہیں کر پاتا، مستقل امام کے لئے ہدایات بھی شامل کی جائیں یا اس کا اضافہ یہاں کیا جائے۔ حسن؟؟؟)

۹۔ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا

قرآن حکیم میں صرف نماز کی فرضیت وغیرہ کا بیان ہے، احکام کا تذکرہ نہیں۔ لہٰذا نماز کی ادائیگی کے لئے ہم سو فیصدی حدیثِ نبوی کے محتاج ہیں۔ اس لئے جو بات آپ ﷺ سے ثابت نہیں، اس سے ہمیں بھی احتیاط لازم ہے۔ انہی امور میں آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا بھی شامل ہے۔ معلوم نہیں اس سے لوگ کون سے خشوع [۶] کے حصول کو ممکن بناتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ سے بڑھ کر کون خشوع کرنے والا ہوگا؟ جب نبی ﷺ ہی سے ایسا کرنا ثابت نہیں تو اس سے لازماً پرہیز کرنا چاہئے۔

البتہ ان حالات میں فقہا نے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے جب نمازی کے پاس غیر ضروری حرکات وسکنات اس کی نماز میں خلل انداز ہوں☆۔ یہ خیال کہ نماز میں آنکھیں بند کرنے کا سبب خیالات و وساوس کا آنا ہے، بے بنیاد ہے کیونکہ اگر خیالات غیر اختیاری ہوں تو ان پر اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مؤاخذہ نہیں۔ اس لئے وہ نماز جو آنکھیں کھول کر اتباعِ سنت میں پڑھی جارہی ہے اور اس میں غیر اختیاری خیالات بھی آرہے ہیں، اس نماز سے بدرجہا افضل ہے جو آنکھیں بند کر کے پڑھی جارہی ہے اور اس میں خیالات نہیں آرہے۔ اس لئے کہ پہلی نماز نبی کریم ﷺ کی اتباع میں ادا کی جارہی ہے جب کہ دوسری نماز اتباعِ رسول ﷺ میں نہیں ہے۔ (صفة صلاة النبی ﷺ از البانیؒ: ص ۸۹)

مولانا محمد تقی عثمانی کا میلان بھی اسی جانب ہے۔ (دیکھئے 'بدعت؛ ایک سنگین گناہ': ص ۲۳ تا ۲۶)

۱۰۔ سجدوں میں پاؤں کا ملانا

اکثر لوگ سجدوں میں پاؤں کو ایک دوسرے سے دور رکھتے ہیں حالانکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ

---

(۶) خشوع اور خضوع دو الگ الگ معنی والے الفاظ ہیں۔ خضوع کہتے ہیں دل کی عاجزی وانکساری کو جب کہ خشوع ظاہری عاجزی وفروتنی کا نام ہے۔

☆ بعض نے اسے مکروہ کہا ہے۔ بعض نے مطلقاً جواز کا فتویٰ دیا ہے، کیونکہ کراہت کے سلسلے میں مروی حدیث صحیح نہیں ہے۔ ابن قیمؒ نے اس بارے میں بحث کرتے ہوئے آخر میں فرمایا ہے:

''یہ کہنا درست ہوگا کہ آنکھوں کو کھولنا اگرچہ خشوع وخضوع میں خلل انداز نہیں ہوتا اور یہی افضل ہے۔ لیکن اگر نمازی کے اردگرد کی آرائش وزیبائش، سجاوٹ اور سامانِ زینت اس کی نماز اور خشوع وخضوع میں خلل انداز ہوں یا اس کے علاوہ جن چیزوں کی وجہ سے دل الجھن اور تشویش کا شکار ہو تو اس صورت میں آنکھیں بند کرنا، قطعاً مکروہ نہیں بلکہ بایں صورت کراہت کی بجائے استحباب کا فتویٰ دینا شریعت کے اُصولوں اور اس کے مقاصد کے زیادہ قریب ہے۔'' (محدث)

نبی ﷺ سجود میں اپنی ایڑیوں کو ملایا کرتے تھے۔ (صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصلاۃ: باب ضم العقبين في السجود)...... اس لئے اس کی بھی تصحیح کرنی چاہئے کہ سجدوں میں دونوں پاؤں کی ایڑیاں ایک دوسری سے ملی ہوئی ہوں۔

۱۱۔سجدوں میں ہاتھوں کی انگلیوں کا کھلا ہوا ہونا

اکثر لوگ سجدہ میں اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو کھلا ہوا رکھتے ہیں، یہ طریقہ خلافِ سنت ہے۔ انگلیاں باہم ملی ہوئی ہونی چاہئے۔ چنانچہ آپ ﷺ جب سجدہ کرتے تو آپ ﷺ کے ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی ہوتی تھیں۔ (صحیح ابن خزیمہ)

۱۲۔دورانِ نماز تمام اعضا کا قبلہ رخ نہ کرنا

شاید یہ سب سے اہم غلطی ہے جس کا ارتکاب نمازیوں کی اکثریت کرتی ہے۔ جو لوگ دورانِ نماز بالکل سیدھے قبلہ رخ پاؤں رکھتے ہیں، ان کی تعداد انگلیوں پر شمار کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کی تعداد بھی جو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو سجدہ میں بالکل سیدھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس کا ہم بکثرت مشاہدہ کرتے ہیں کہ اکثریت کے اعضا شمالاً جنوباً ہوتے ہیں نہ کہ قبلہ کی طرف۔ یہ امر خلافِ استحباب ہے جس کی تصحیح ضروری ہے۔ حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ إذا قام إلى الصلوٰة استقبل القبلة ...... (ابن ماجہ، باسناد صحیح)

"آپ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنا رخ قبلے کی طرف کرتے۔ اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ جب چہرے کا رخ قبلہ کی جانب ہوگا تو لامحالہ باقی اعضا بھی اسی جانب ہوں گے۔"

نیز اس کی تائید حضرت عائشہؓ کی روایت کردہ اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ سجدے میں اپنے دونوں پاؤں کا انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کئے ہوئے تھے۔ (صحیح ابن خزیمہ)

۱۳۔نماز باجماعت کے ہوتے ہوئے نوافل وسنن کی ادائیگی

اس مسئلے سے اکثر لوگوں کو واسطہ پڑتا ہے، اسی لئے ہم مساجد میں کثرت سے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ نماز کی اقامت ہو چکی ہوتی ہے، اس کے باوجود لوگ نوافل وسنن بالخصوص فجر کی دوسنتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر فقہا نے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ہم مختصراً اسے بیان کرتے ہیں۔ اقامت کے بعد نوافل وسنن کی ادائیگی کی دو صورتیں ہیں:

① وہ لوگ جو نوافل وسنن (سنتیں چاہے فجر کی ہوں یا عصر کی) پڑھ رہے ہوں اور نماز باجماعت کی اقامت کہہ دی جائے تو اس صورت میں نمازی جس حالت (قیام، رکوع یا سجدہ) میں ہو، فوراً اپنی نماز

کوسلام پھیر کر ختم کرے اور امام کے ساتھ نماز باجماعت میں شامل ہو۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث ہے: عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ اذا اقيمت الصلوٰة فلا صلاة الا المكتوبة یعنی ''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب (فرض) نماز کی اقامت کہہ دی جائے تو پھر اس کے سوا اور کوئی نماز نہیں۔'' (صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين)

شیخ ابن باز اور مولانا عبیداللہ رحمانی کا یہی مسلک ہے۔ (فتاویٰ: ۳۷۶/۴ و مرعاة المفاتیح: ۵۰۱/۳)

② وہ لوگ جو فجر کی پہلی دو سنتیں نہ پڑھ سکے ہوں اور جب وہ مسجد میں داخل ہوں تو نماز کی اقامت کہی جاچکی ہو، ایسی حالت میں بھی وہ امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہوں۔ اس کی دلیل بھی مندرجہ بالا سطور میں ذکر کی گئی حدیث ہی ہے اور نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد اگر وہ سنتوں کی قضا کرنا چاہیں تو انہیں فرائض کے فوراً بعد پڑھ لیں اور اگر ممکن نہ ہو تو طلوعِ آفتاب کے بعد پڑھ لیں۔(۷) امام شافعی، ابن حزم اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔(۸)

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ اس شخص کو مارتے تھے جو اپنی انفرادی نماز میں مشغول ہوتا تھا اور اقامت ہو چکی ہوتی تھی۔ (مرعاة المفاتیح: ۴۹۵/۳)

۱۴۔ بغیر کسی عذر کے فرض نماز کی گھر میں ادائیگی

یہ مسئلہ بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے جس کا اندازہ ہم بغیر کسی عذر کے فرض نماز کی گھر میں ادائیگی کرنے والے افراد کی کثرت سے لگا سکتے ہیں۔ عوام الناس کی کثیر تعداد اس معاملے میں غفلت و سستی کا

(۷) فجر کی سنتوں کی قضا کے مسئلے میں علما نے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف رحمہما اللہ کی رائے میں جس شخص کی فجر کی سنتیں رہ جائیں اور وہ فرض ادا کرلے تو ایسی صورت میں سنتوں کی قضا نہ طلوعِ آفتاب سے پہلے ہے اور نہ طلوعِ آفتاب کے بعد۔ لیکن اگر سنتیں اور فرض دونوں ہی رہ جائیں تو پھر وہ فرضوں کے ساتھ زوالِ آفتاب سے پہلے قضا پڑھی جائیں گی۔ امام محمدؒ کی رائے میں محض سنتوں کی قضا بھی کی جاسکتی ہے مگر طلوعِ آفتاب کے بعد سے زوال تک۔ حنفیہ ہی میں سے ابن الملکؒ کی رائے کے مطابق فجر کی سنتوں کی قضا نمازِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب سے قبل کی جاسکتی ہے۔ یہی مسلک امام شافعیؒ کا ہے اور اہل حدیث کا رجحان بھی اسی جانب ہے۔

مزید توضیح کے لئے دیکھئے: أوجز المسالك الى موطا مالك از مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ: ۳۸۲/۲ تا ۳۸۴، مظاہر حق شرح مشکوٰۃ المصابیح از علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی: ۶۹۵/۱، ۶۹۶

(۸) امام ابوحنیفہؒ کا اس بارے میں مسلک یہ ہے کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو اور نمازِ فجر کی اقامت ہو چکی ہو تو اگر تو اسے اُمید ہو کہ وہ نمازِ باجماعت کے ساتھ دوسری رکعت پالے گا پھر تو وہ فجر کی سنتیں پڑھ لے مگر مسجد سے باہر اور اگر اسے دونوں رکعتوں کے گزر جانے کا خوف ہو تو پھر وہ امام کے ساتھ شامل ہو اور سنتوں کی ادائیگی بعد میں نہ کرے۔ مولانا انور کشمیریؒ نے امام صاحبؒ کا یہی مسلک بیان کیا ہے۔ دیکھئے فیض الباری علیٰ صحیح البخاری: ۱۹۷/۲، ۱۹۸

شکار ہے، صرف اس بنا پر کہ وہ اسے ایک معمولی مسئلہ خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ واضح ہو کہ اسلام کے تمام اوامر ونواہی حکمت وفلسفہ سے معمور ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ملت ِاسلامیہ کو ایک بھی ایسا حکم نہیں دیا جس میں فوز وفلاح کے اَن گنت پہلو مضمر و پوشیدہ نہ ہوں۔ بالکل یہی معاملہ نماز باجماعت کا ہے جس کے فوائد وثمرات پر غور وفکر اور تدبر کے بجائے اس کی اہمیت و افادیت سے صرفِ نظر کیا جارہا ہے جو کہ ایک افسوسناک امر ہے۔

اس تفصیل سے قطع نظر کہ نماز باجماعت کے کس قدر فوائد ہیں، یہ پہلو قابل غور ہے کہ جو شخص نماز کی ادائیگی بطورِ رسم کرتا ہے، وہ مسجد میں کم ہی نظر آتا ہے اور اکثر و بیشتر گھر ہی میں نماز کی ادائیگی کرلیتا ہے۔ جبکہ وہ شخص جو اللہ کے حکم کی تعمیل کے ساتھ ساتھ نماز کے فوائد کا طالب بھی ہوتا ہے، نماز باجماعت پر مداومت وہمیشگی کرتا ہے، اگرچہ کسی شرعی عذر کے بغیر اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز تو ہوجاتی ہے۔ (تفصیل کے لئے: تمام المنة از البانی: ص ۲۷۷ اور تیسیر العلام: ۱/۱۳۶) مگر ایسی عبادت سے کیا حاصل جو آپ ﷺ کے حکم سے اعراض کرتے ہوئے ادا کی جائے۔ (۹)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نماز باجماعت کی تاکید وتلقین میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے چند ایک نقل کردی جائیں جو طوالت کا باعث تو ہوں گی مگر مسئلہ کی اہمیت اس کی متقاضی ہے:

❶ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں نے ارادہ کیا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں اور جب یہ جمع ہوں جائیں تو نماز کے لئے اذان کہنے کا حکم دوں اور جب اذان ہوجائے تو لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے کسی شخص کو مامور کروں اور میں ان کو پیچھے چھوڑ کر ان لوگوں کے پاس جاؤں جو (بغیر کسی عذر کے) جماعت میں حاضر نہیں اور ان کے گھر جلادوں۔ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جماعت میں نہ آنے والوں میں سے اگر کسی کو یہ معلوم ہوجائے کہ اسے گوشت کی ایک موٹی ہڈی ملے یا دو اچھے گھر ملیں گے تو عشا کی نماز میں ضرور آئے۔" (صحیح البخاری، کتاب الاذان: باب وجوب صلاة الجماعة)

❷ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص (عبداللہ بن ام مکتومؓ؛ مرعاة المفاتیح: ۳/۴۸۷) آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میرے لئے کوئی ایسا رہبر نہیں جو مسجد تک میری رہنمائی کرے، پھر اس نابینا نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں گھر میں نماز

(۹) اسی بناء پر امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ بغیر کسی عذر کے اکیلے نماز پڑھنے والے سے نماز کی فرضیت تو ساقط ہوجائے گی مگر اس کے ثواب سے وہ محروم رہے گا جیسے اگر کوئی شخص غصب کی ہوئی زمین پر نماز پڑھے تو اس کے ذمہ سے نماز کی فرضیت تو ساقط ہوجائے گی مگر اسے نماز کا ثواب نہیں ملے گا تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے: مرقاة المفاتیح از ملا علی قاری حنفی: ۳/۶۰

پڑھ لینے کی رخصت دی جائے، آپ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔ جب وہ مجلس نبویؐ سے لوٹے تو آپ ﷺ نے انہیں بلوایا اور پوچھا کہ کیا تم نماز کی اذان سنتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تب تمہارے لئے مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہونا ضروری ہے۔ (صحیح مسلم، سنن نسائی)

❸ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس بستی اور جس جنگل میں تین آدمی ہوں اور جماعت سے نماز نہ پڑھتے ہوں تو ان پر شیطان غالب رہتا ہے۔ لہٰذا تم جماعت کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ بھیڑیا اس بکری کو کھا جاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہوکر تنہا رہ جاتی ہے۔'' (مسند احمد، سنن ابی داود، سنن نسائی، صحیح ابن خزیمہ، باسنادٍ صحیح)

❹ حضرت عبداللہ بن عباسؓ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اذان کہنے والے یعنی مؤذن کی اذان سنے اور اس کی تابعداری (یعنی مسجد میں پہنچ کر جماعت میں شریک ہونے سے) اسے کوئی عذر نہ روکے...... لوگوں نے پوچھا کہ عذر کیا ہے؟ فرمایا: خوف یا بیماری...... تو اس کی نماز بغیر جماعت کے قبول نہیں ہوتی۔''(۱۰)

❺ ابوالاحوصؒ نے کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ

''ہم نے دیکھا کہ نماز باجماعت سے صرف وہی منافق پیچھے رہ جاتے تھے جن کا نفاق معلوم اور کھلا ہوتا تھا (یعنی جن لوگوں کا نفاق پوشیدہ تھا، وہ بھی جماعت سے نماز پڑھتے تھے) یا بیمار رہ جاتے تھے۔ اور ان میں سے بھی جو چلنے کی طاقت رکھتا، وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر آتا اور نماز میں ملتا تھا۔'' اس کے بعد ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ''بے شک آپ ﷺ نے ہمیں ہدایت کے طریقے سکھائے ہیں اور ہدایت کے ان طریقوں میں سے ایک طریقہ اس مسجد میں (جماعت سے) نماز پڑھنا ہے جس میں اذان دی جاتی ہو۔''

(صحیح مسلم، کتاب المساجد: باب فضل صلاۃ الجماعۃ)

امام غزالی بیان کرتے ہیں کہ سعید ابن مسیبؒ فرماتے تھے کہ

''بیس برس گزر گئے، جب بھی مؤذن اذان دیتا ہے، میں خود کو مسجد میں پاتا ہوں۔''

(احیاء علوم الدین از غزالی: ۱/۲۷۴، کتاب اسرار الصلوٰۃ)

سطورِ بالا میں ذکر کیے گئے آثار ہی کی بنا پر امام احمد حنبل، عطا، اوزاعی، ابن ثور، ابن منذر، ابن

(۱۰) سنن ابی داود۔ عموم کے لحاظ سے یہی چند ایک عذر ہیں جن کی وجہ سے اکیلے نماز پڑھی جاسکتی ہے یعنی بیماری کی انتہائی شدت، جان، مال اور عصمت وغیرہ کا خطرہ اور بارش کے اوقات میں اباحت ہے۔ دریں اثنا خود ساختہ اعذار کی بنا پر نماز باجماعت ترک نہیں کی جاسکتی کیونکہ جو شخص بھی نماز باجماعت چھوڑتا ہے، اسے کوئی نہ کوئی عذر تو لازمی درپیش ہوتا ہے مگر دین اسلام میں من مانی تاویلات سے احتراز کرنا چاہئے اور فاسد وجوہ کی بنا پر نماز باجماعت کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔

خزیمہ اور ابن حبان رحمہم اللہ کے نزدیک نماز باجماعت فرضِ عین ہے۔ داود ظاہری نے مبالغہ کیا اور کہا کہ جماعت نماز کے لئے شرط ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نماز باجماعت فرضِ کفایہ ہے جب کہ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ سنتِ مؤکدہ ہے۔(۱۱)

قریب کے علما میں شیخ عبدالعزیز بن بازؒ اور شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ کے نزدیک نماز باجماعت واجب ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ: ۳۴۹/۴ تا ۳۵۵) و تمام المنة: ص ۲۷۵ تا ۲۷۷)

دین اسلام میں والدین کی اطاعت و فرمانبرداری امر مسلم ہے، جس سے فرار کسی صورت بھی ممکن نہیں۔ اس کے باوجود اسلاف میں سے بعض ائمہ نے فرمایا کہ جماعت کے ترک کرنے میں والدین کی اطاعت جائز نہیں یعنی اگر وہ اپنی اولاد سے کہیں کہ نماز باجماعت چھوڑ دو تو اس میں ان کی فرمانبرداری جائز نہیں جیسا کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کے ترجمۃ الباب میں ذکر کیا ہے: **باب وجوب صلوٰة الجماعة وقال الحسن: إن منعته أمه عن العشاء في الجماعة شفقة لم يطعها**

''نماز باجماعت کے واجب ہونے کے بیان میں اور حسن بصریؒ نے کہا کہ اگر کسی کی ماں اس کو شفقت کی وجہ سے عشا کی نماز باجماعت پڑھنے سے روکے تو وہ اس کی اطاعت نہ کرے۔

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے، مرعاة المفاتیح: ۵۱۲/۳)

مندرجہ بالا بحث فرائض کے متعلق تھی جب کہ سنن و نوافل وغیرہ کی بغیر کسی عذر کے گھر میں ادائیگی افضل ہے جس پر مختلف روایات دلالت کرتی ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے: معارف السنن: ۱۱۰/۴، ازمولانا محمد یوسف بنوری اور **أوجز المسالک إلی موطأ مالک**: ۲۴۴/۳ تا ۲۴۶، ازمولانا محمد زکریا کاندھلوی

☚ البتہ چند حالات میں جماعت سے پیچھے رہنا جائز ہے:

① شدید سردی اور بارش کی حالت میں۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ دورانِ سفر بارش کی ٹھنڈی رات مؤذن کو حکم دیتے کہ وہ اعلان کرے: "صلوا في رحالكم" ''اپنے اپنے خیموں میں نماز پڑھ لو۔'' (متفق علیہ)

ایک روز بارش ہو رہی تھی تو ابن عباسؓ نے مؤذن سے کہا کہ أشهد أن محمدا رسول الله کے بعد حي على الصلوٰة نہ کہنا بلکہ یہ کہنا کہ صلوا في بيوتكم ''اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو'' لوگوں نے اس بات کو ناپسند جانا تو ابن عباسؓ نے فرمایا کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو۔ حالانکہ یہ کام

(۱۱) احناف کی کتب فقہ میں جماعت سے متعلق دو قسم کے اقوال ملتے ہیں، سنت مؤکدہ کے اور واجب کے، مگر واجب کا قول ہی راجح ہے اور اکثر محققین احناف کا مسلک بیان کیا گیا ہے، دیکھئے مظاہر حق جدید از نواب قطب الدین خان دہلوی: ۷۰۰/۱ دیگر ائمہ کے مذاہب سے آگاہی کے لئے دیکھئے، فتح الباری لابن حجر عسقلانی: ۱۶۰/۲

تمام کائنات سے افضل پیغمبر نے خود کیا تھا۔ یقیناً جماعت واجب اور حق ہے کہ اس بات کو ناپسند جانتا ہوں کہ تمہیں گھروں سے نکالوں کہ تمہیں کیچڑ اور پھسلن میں چلنا پڑے۔ (بخاری و مسلم)

سید سابقؒ فرماتے ہیں: اسی طرح اگر شدید گرمی ہو یا آندھی اور طوفان ہو۔ شدید اندھیرا ہو یا دشمن کا خوف ہو تو تب بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب نہیں۔

ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ شدید بارش، تاریکی، آندھی اور اس طرح کی دیگر صورتوں میں جماعت سے پیچھے رہنا جائز ہے۔ (فقہ السنۃ: ۱/۲۳۵)

② کھانا حاضر ہو: جیسا کہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"اگر کوئی آدمی کھانا کھانے میں مشغول ہو تو وہ جلدی نہ کرے بلکہ اپنی ضرورت پوری کرے، خواہ نماز کھڑی ہو چکی ہو۔" (بخاری)

③ تیسری صورت یہ ہے کہ آدمی کو قضائے حاجت کی ضرورت ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "کھانا حاضر ہو تو نماز جائز نہیں اور نہ اس صورت میں کہ آدمی پیشاب یا پاخانہ کو روکے ہوئے ہو۔" (مسلم)

۱۵۔ سورۃ فاتحہ کی دو دو، تین تین آیات بغیر وقفہ کے تلاوت کرنا

بعض امام جہری نمازوں میں سورہ فاتحہ کی دو دو، تین تین آیات ایک ہی سانس میں پڑھ جاتے ہیں۔ یہ طریقہ سنتِ نبویؐ کے خلاف ہے، چنانچہ حضرت اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ اپنی قراءت میں ہر آیت کو الگ الگ کرکے پڑھتے تھے۔ آپؐ الحمد لله رب للعالمين پڑھتے پھر ٹھہر جاتے۔ پھر الرحمن الرحیم پڑھتے پھر ٹھہر جاتے۔ پھر مالك يوم الدين پڑھتے۔" (۶/۳۰۲، الترمذی ۲۹۲۸)

امام دانی المكتفى ۵/۲ میں اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ائمہ اور قراءِ سلف کی ایک جماعت آیات پر قطع (مراد ہر آیت پر رکنا) کو مستحب سمجھتے تھے اور امام حاکمؒ، دار قطنیؒ اور ذہبیؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (زاد المعاد ۱/۲۰۷)

پھر بعض امام خصوصاً نمازِ تراویح میں اس قدر تیز قراءت کرتے ہیں کہ مقتدی بمشکل ہی سمجھ پاتا ہے کہ امام صاحب کی زبان سے کیا الفاظ نقل رہے ہیں۔ یہ طریقہ خلافِ سنت ہونے کے علاوہ قرآن تعلیمات کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ قرآن میں حکم ہے: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾ "کہ قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کیجئے۔"

۱۶۔ سگریٹ نوشی کے بعد مسجد میں آنا

اسلام نے اشیاءِ خوردونوش میں سے ہر اس چیز کے استعمال کی ممانعت کی ہے جس کے اثرات نوعِ انسانی کے لئے مفید نہ ہوں۔ چنانچہ اسلام کی حرام کردہ اشیاے خوردونوش میں موجود نقصانات کی تحقیق بخوبی ہوچکی ہے جس کا تفصیلی ذکر علامہ ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے اپنی کتاب الحلال والحرام في الاسلام میں کیا ہے۔ بلاشک وشبہ انہی ممنوع اشیا میں عصر حاضر کی ایک نئی ایجاد 'سگریٹ' ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق یہ کینسر کا باعث ہونے کے علاوہ ایک سگریٹ پینا گیارہ منٹ زندگی کو کم کردیتا ہے۔ یہ اور ان جیسی دوسری وجوہات ہی کی بنا پر علماے عرب کا اس کی حرمت پر اتفاق ہے، جن میں شیخ عبدالعزیز بن بازؒ (سابق مفتی اعظم سعودی عرب) اور ڈاکٹر یوسف قرضاوی وغیرہ شامل ہیں۔ مسلمانوں کا اس نقصان دہ شے کو بے دریغ استعمال کرنا ایک تکلیف دہ حقیقت ہے۔[۱۲]

اس کے استعمال پر مستزاد یہ کہ لوگ سگریٹ نوشی کے فوراً بعد مسجد میں نماز کے لئے آجاتے ہیں اور ان کے منہ سے ان کی بدبو خارج ہورہی ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے:

> ان النبیﷺ قال فی غزوة خیبر: من اكل من هذه الشجرة یعنی الثوم فلا یقربن مسجدنا (اللؤلؤ والمرجان از محمد فواد عبدالباقی: ۱/۱۵۸، حدیث نمبر: ۳۳۱)
>
> ''آپ ﷺ نے غزوۂ خیبر میں فرمایا کہ جو شخص اس درخت یعنی لہسن میں سے کھائے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ آئے۔''

دوسری حدیث حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ

> ان النبی ﷺ قال: من أكل ثوما أو بصلا فلیعتزلنا أو قال فلیعتزل مسجدنا ولیقعد فی بیته (اللؤلؤ والمرجان: حدیث ۳۳۳)
>
> ''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لہسن یا پیاز کھائے، وہ ہم سے یا ہماری مسجد سے الگ رہے اور اپنے گھر بیٹھا رہے۔'' (وہیں نماز پڑھ لے)

درحقیقت مندرجہ بالا احادیث سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کی وجہ سے نمازیوں اور مسجد میں موجود فرشتوں کو تکلیف پہنچتی ہو، کھا کر مسجد میں آنا منع ہے جیسا کہ مولانا انور کشمیریؒ اور شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن (صاحبِ 'تیسیر العلام') کا مسلک ہے۔ (فیض الباری: ۲/۳۲۰ وتیسیر العلام: ۱/۲۷۰)

اگر مبالغے پر محمول نہ کیا جائے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ (کچے) لہسن اور پیاز کی بدبو سگریٹ کی

---

(۱۲) سگریٹ نوشی کے مکمل نقصانات کا بیان اور اسے حلال یا مکروہ ثابت کرنے والے دلائل کا تجزیہ ایک علیحدہ مضمون کا محتاج ہے تاہم کچھ تفصیل کیلئے دیکھئے: توجیهات إسلامیه لاصلاح الفرد والمجتمع از شیخ محمد بن جمیل زینو: ص ۱۶۵ تا ۱۶۸ اور حرمتِ سگریٹ از مولوی عبدالوحید مکی

بدبو سے کئی گنا کم ہے۔لہسن اور پیاز کی بدبو تو وقتی ہوتی ہے جبکہ سگریٹ کی بدبو مستقل ہوتی ہے جس کا تجربہ کسی سگریٹ نوش کے پاس بیٹھنے والے کو بآسانی ہوسکتا ہے جبکہ اسے سگریٹ پئے کافی گھنٹے گزر چکے ہوں۔ چنانچہ اوّل تو ہر شخص سگریٹ پینے سے بچے، وگرنہ مسجد میں آتے وقت ایسا انتظام کرے کہ اس کا منہ سگریٹ کی بدبو سے بالکل پاک ہو۔ معروف سعودی مفتی ڈاکٹر صالح بن غانم سدلان کی بھی یہی رائے ہے۔ (صلاۃ الجماعۃ: ص ۳۸)

لہسن اور پیاز کے متعلق مندرجہ بالا احادیث سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ ان کا کھانا حرام ہے۔ یہ بالکل حلال ہیں، ہاں چند مخصوص حالات میں ان کے کھانے کی ممانعت ہے یعنی مسجد جانے سے قبل جیسا کہ ذکر ہوا۔ (فیض الباری: ۳۲۰/۲ و فتح الباری: ۴۳۶/۲، نسخہ از محمد فواد عبدالباقی)

۱۷۔عورت اور مرد کی نماز میں فرق کرنا

رسول اللہ ﷺ تمام مکلّفین خواہ انس ہوں یا جن، مرد ہوں یا عورت، سب کی طرف مبعوث کیے گئے۔ لہٰذا آپ تمام اُمور میں مرد وعورت سب کے لئے یکساں ہادی اور قابل اتباع ہیں۔ آپ کی ادا کردہ نماز سب کے لئے اسوہ ونمونہ ہے اور اس میں سب کے لئے ایک جیسے احکام ہیں الا یہ کہ نبی کریم ﷺ نے خود مرد اور عورت کے درمیان تفریق کردی ہو۔ اب نماز جو اسلام کا دوسرا بڑا رکن ہے، کو دیکھتے ہیں کہ اس میں رسول اللہ ﷺ نے کیا فرق بتایا ہے؟ تتبع سے پتہ چلتا ہے کہ سوائے چند اُمور کے اور ان کا تعلق بھی نماز کے افعال سے نہیں ہے۔ مثلاً نماز میں مرد اور عورت کے ستر میں فرق ہے۔ اسی طرح جب امام بھول جائے تو مرد کے لئے تسبیح ہے اور عورت کے لئے تالی بجانا (تصفیق) ہے۔ اس کے علاوہ کوئی فرق صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ جو احادیث فرق کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں وہ ضعیف اور موضوع ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ نماز کی کیفیت کے بارے میں جتنی احادیث ہیں، وہ مرد اور عورت کے بارے میں مطلق اور عام ہیں، ان کو بلا دلیل مقید یا خاص کرنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا عورت کے لئے نماز کا طریقہ وہی ہے جو مرد کے لئے ثابت ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانِ عام ہے:

صلوا كما رأيتموني أصلي (بخاری: ۶۳۱) تم ایسے نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے دیکھا اور کسی صحیح حدیث سے مرد وعورت کی نماز میں تخصیص نہیں ہوتی۔

۱۸۔رکوع کی رکعت کو رکعت شمار کرنا

رکوع کی رکعت کو رکعت شمار کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ کیونکہ قیام، نماز کا رکن ہے اور اسی طرح سورۃ فاتحہ پڑھنا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ ایک رکعت میں دو فرائض کو چھوڑنے والے کی رکعت کیسے ہوجائے

گی۔ جہاں تک ابوبکرہ کی روایت کا الفاظ ہیں تو اس کے لفظ لا تعد میں متعدد احتمال ہیں۔ لہٰذا اس کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

۱۹۔رکوع کے بعد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ نہ پڑھنا

نمازیوں کی اکثریت ربنا لك الحمد کے بعد مذکورہ کلمات نہیں کہتے۔ حالانکہ یہ الفاظ صحیح حدیث سے ثابت ہیں۔ حضرت رفاعہ بن رافع ازرقیؓ فرماتے ہیں کہ

''ہم ایک روز نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپؐ نے رکوع سے سر اٹھایا تو سمع الله لمن حمده فرمایا: پیچھے ایک آدمی نے کہا: ربنا لك الحمد، حمداً كثيرا طيباً مباركا فيه جب آپؐ نے سلام پھیرا تو پوچھا: یہ کلمات کس نے کہے ہیں؟ اس آدمی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے کہے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: میں نے تیس فرشتوں کو دیکھا ہے، ان میں سے ہر ایک کی کوشش تھی کہ وہ دوسروں سے پہلے اس کا ثواب لکھ کر اللہ کے دربار میں پیش کرے۔''

(صحیح بخاری:۷۹۹)

طوالت کے خوف سے چند اہم کوتاہیوں کی نشاندہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نماز میں کوتاہیوں کی اصلاح کی جائے تاکہ سنت رسول ﷺ کے مطابق نماز کی ادائیگی ہوسکے۔ واللہ الموفق

محدث کا زرسالانہ ادا نہ کرنے والوں سے گذارش

محدث کا سابقہ شمارہ 'فتنۂ انکار حدیث' پر خصوصی اشاعت تھا، تین سو صفحات پر تین ماہ (اگست، ستمبر اور اکتوبر ۲۰۰۲ء) کے بالمقابل یہ شمارہ ادارۂ محدث نے اپنے قارئین کو پیش کیا۔ اس شمارے کو بڑی پذیرائی ملی اور اب تک معروف اہل علم وقلم کی مبارکبادیں موصول ہورہی ہیں، جس پر ہم اللہ تعالیٰ کے شکرگزار ہیں!!

یاد رہے کہ جن حضرات کے ذمہ محدث کا زرسالانہ گذشتہ چھ ماہ سے واجب الادا ہے، یعنی مارچ ۲۰۰۲ء سے انہوں نے زرتعاون ادا نہیں کیا، انہیں یہ خصوصی شمارہ نہیں بھیجا گیا۔ جب کہ باقی قارئین کو بطورِ خاص کوریئر سروس کے ذریعے ۱۲ اکتوبر کو ارسال کیا جاچکا ہے۔ جن کو اب تک نہ ملا ہو، وہ فوری طور پر خط رفون کے ذریعے ادارہ سے منگوائیں۔

ہماری اپنے قارئین سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ اپنے ذمہ واجبات ادا کریں تاکہ انہیں اشاعتِ خاص سمیت آئندہ بھی محدث کی باقاعدہ ترسیل جاری رکھی جاسکے۔ بصورتِ دیگر نومبر کے علاوہ دسمبر اور جنوری کے آئندہ دو شماروں کی ترسیل کے بعد ان کے نام مستقل طور پر ڈاک فہرست سے مجبوراً کاٹ دیئے جائیں گے۔

محدث خالصتاً ایک دینی جریدہ ہے، جس پر لاکھوں روپے کے اخراجات اٹھتے ہیں اور ادارہ کو یہ نقصان اہل خیر کے تعاون سے ہی پورا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے دینی جریدہ کو مفت وصول کرنا مالی خیانت ہے، اور اس کا تعارف کرانا، اسے خریدار مہیا کرنا یقیناً بڑا کارِ ثواب ہے۔ اگر آپ رمضان میں ایک خریدار کا اضافہ کریں گے تو اس سے محدث کی آواز میں دوگنا اضافہ ہوگا۔ اُمید ہے ہمارے قارئین رمضان المبارک میں اپنا دستِ تعاون بڑھائیں گے!! ادارہ

جیسا کہ قارئین کو بتایا جاچکا ہے، سابقہ شمارہ ۴ ماہ کی ضخامت کا حامل ہونے کے باوجود قانونی تقاضوں کی تکمیل کیلئے ۲ ماہ (اگست اور ستمبر ۲۰۰۲ء) کے بالمقابل دیا گیا، جبکہ موجودہ شمارہ ۸۰ صفحات کے ساتھ دو ماہ (اکتوبر اور نومبر) کا ہے